ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ناول "جندر" میں سماجی تعاون کی روایت کا تجزیہ

(NOVEL "JANDAR": AN ANALYSIS OF THE TRADITION OF SOCIAL COOPERATION)

محمد بدر منیر

پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اُردو

لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

Muhammad Bader Munir
Ph.D Scholar, Department of Urdu
Lahore Leads University, Lahore

ڈاکٹر مرغوب حسین طاہر

پروفیسر، شعبہ اُردو

لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

Dr. Marghoob Hussain Tahir
Professor, Department of Urdu,
Lahore Leads University, Lahore

ABSTRACT

Village culture is based on collective living, mutual cooperation, and strong social relationships. Rural communities maintain harmony through shared responsibilities, traditions, and active participation of both men and women in agricultural, domestic, and social activities. Mutual support during farming, construction, marriages, and other communal events strengthens unity, trust, and brotherhood among villagers. This cooperative system not only reduces individual burdens but also preserves traditional values, folk customs, and the collective identity of rural society.

Keywords: Village Culture, Rural Society, Mutual Cooperation, Collective Labor, Social Harmony, Traditions, Folk Customs, Community Life.

ناول "جندر" میں سماجی تعاون کی روایت کا تجزیہ

انسان کو سماجی مخلوق یا حیوان کہا جاتا ہے انسان دوسرے انسانوں سے کٹ کر نہیں رہ سکتا۔ اسے اپنی ضروریات اور معاملات و مسائل کے لیے دیگر انسانوں سے جُڑ کر رہنا پڑتا ہے۔ انھی ضروریات کی بنا پر مختلف گروہ اور تعاون کی تنظیمیں وجود میں آتی ہیں۔ مختلف معاشروں اور ثقافتوں میں اس طرح کے مشترکہ اور رضاکارانہ گروہ اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس طرح کے گروہ تعلقات، مدد، باہمی تعاون، اعتماد، احساس اور فلاح عامہ کو فروغ دیتے ہیں۔ مختلف ثقافتوں میں ان کی ساخت مختلف ہو سکتی ہے لیکن ان سب کے مقاصد مشترک ہوا کرتے ہیں جن کی بنیاد اجتماعی تعاون اور بھلائی میں ہوتی ہے۔ رضاکارانہ گروہ ایسے افراد پر مشتمل ہوتے ہیں جو مشترک مقاصد کے حصول کے لیے اکٹھے ہو کر کام کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ ایسے افراد کی رکنیت آزادانہ ہوتی ہے۔ ایسی تنظیموں میں رکنیت، قیادت، قواعد و ضوابط اور اجتماعی، فیصلہ سازی جیسے اہم عناصر شامل ہوتے ہیں ان کی کامیابی کے لیے وسائل کا موزوں اور مناسب استعمال بھی ضروری ہے۔ ارسطو نے کہا تھا:

> "Man by nature is social animal."(1)

دیہاتی رہتل میں مشترکہ تعاون کی روایات زیادہ قدیم اور مضبوط بنیادوں پر استوار ہوتی ہیں۔ یہاں لوگ کھیتی باڑی، تعمیرات، خوشی اور غمی کی تقریبات میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ خاندان اور برادری کے ساتھ ساتھ مشترکہ پیشے، گاؤں، محلہ اور ہمسائیگی کے رشتے بھی اس تعاون کی بنیاد بنتے ہیں۔ شہری سماج میں بھی

مختلف فلاحی ادارے، انجمنیں اور تنظیمیں ایسے کردار ادا کرتی ہیں۔ مختلف مذہبی اور ثقافتی تنظیمیں بھی سماجی یکجہتی، تعاون اور خدمت خلق کے جذبات کو فروغ دیتی ہیں۔ ٹونیز سماجی قربت اور تعلقات کے حوالے سے لکھتا ہے۔

"Community is based on close personal ties."(2)

رضاکارانہ گروہ سماج میں ہم آہنگی پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ یہ افراد معاشرہ میں تعاون اور اعتماد کو بڑھاتے ہیں ایسی تنظیمیں سماجی مسائل کے حل میں مدد کرنے کے ساتھ ساتھ ترقیاتی اور فلاحی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتی ہیں اس طرح مشترکہ تعاون کی روایت، معاشرتی استحکام اور اجتماعی ترقی میں بھی خاص کردار ادا کرتے ہیں۔ رضاکارانہ تنظیمیں جمہوری نظام کا اہم حصہ ہوتی ہیں۔

ناول کی صنف کو کسی معاشرے کی تہذیب، ثقافت، رسم و رواج، اقدار، عقائد اور اجتماعی زندگی کا عکاس کہا جاتا ہے۔ ناول نگار اپنے عہد کے سماجی، معاشی اور ثقافتی حالات کو کرداروں، واقعات، قصے اور مکالمہ جات کے وسیلے سے سماج کے سامنے پیش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اس طرح قارئین کسی قوم کی معاشرت، رہن سہن، مجموعی طرز عمل، طرز فکر اور روایات کو سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ ناول سماجی ثقافتی دستاویز بھی کہلاتا ہے۔ جمیل جالبی کہتے ہیں:

”ثقافت انسانی زندگی کے تمام داخلی اور خارجی رویوں کا احاطہ کرتی ہے۔“(3)

ناول نگار زندگی کے تہہ در تہہ پہلوؤں کو ثقافتی وحدت میں پرو دینے کا فریضہ سر انجام دیتا ہے۔ ناول محض ایک فرد کی کہانی نہیں بلکہ اس کے ماحول میں موجود سماجی، تہذیبی، ثقافتی اور تاریخی عناصر کا فنی اظہاریہ بھی ہے۔ ناول اس وقت موثر اور موزوں ترین ہو جاتا ہے جب وہ کہانی سے آگے نکل کر مخصوص عہد کی زبان، رسوم، طبقاتی نظام، دیہی و شہری معاشرت، عقائد، مذہبی تصورات، لوک روایات اور ثقافت کو گہرائی میں سمیٹ لیتا ہے اُردو ناول تہذیبی اور ثقافتی ترجمانی کا فریضہ انجام دینے کی روایت رکھتا ہے۔ پنجابی ثقافت برصغیر کی دیگر ثقافتوں میں تہذیبی زرخیزی، تاریخی قدامت، صوفی روایات اور عوامی اقدار کی بنا پر ابھر کر سامنے آتی ہے۔ اُردو ناول پنجابی تہذیب، معاشرت، عقائد، رسوم، زبان اور دیہی رہتل کو قیمتی مواد بنا کر اس مخصوص خطے کی تاریخ، ثقافت اور جغرافیہ کو قارئین کے سامنے احسن انداز میں پیش کرتا ہے۔ ناول اپنے زمانے کے حالات زندگی اور رسوم و رواج کا عکاسی ہوتا ہے۔ ناول کی حقیقت نگاری کی خاصیت زندگی کے ہر رنگ اور تصویر کو پیش اور بیان کرنے کی اہل ہے۔ پروفیسر قمر رئیس لکھتے ہیں:

”زندگی کی بولتی، جیتی جاگتی، چلتی پھرتی تصویریں ہی ناول کے فن کی بنیاد ہیں۔“(4)

جندر اختراف سلیمی کا ناول ہے جو 2017 میں شائع ہوا اور یہ ناول 121 صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ناول شعور کی رو میں بہتا ہوا واحد متکلم کی کہانی ہے ولی خان نے بستر مرگ پر پڑے پڑے بیان کیا ہے۔ ناول نگار نے اس ناول کے وسیلے سے پنجابی سماج کی کچھ مٹتی اور گم ہوتی ہوئی روایات اور اقدار کا تذکرہ کیا ہے اور صنعتی اور مشینی دور کے سبب انسانوں کے درمیان دوریاں بڑھ جانے کا نوحہ بھی کیا ہے۔ پنجابی رہتل میں لوگ مل جل کر کام کیا کرتے تھے۔ ایک دوسرے پر انحصار کرنے کی وجہ سے تمام ایک دوسرے سے بڑے قریب تھے۔ رضاکارانہ طور پر ایک دوسرے کے کام میں شرکت کی جاتی اور ہر کام کو اپنا ذاتی کام تصور کیا جاتا تھا۔ یہ کام بغیر کسی مفاد اور اجرت کے سر انجام دیے جاتے۔ یہاں تک کہ مشترکہ کاموں سے غیر حاضر رہنے والوں کا دیہاتی رہتل میں بائیکاٹ کیا جاتا اور اس فرد کو برا تصور کیا جاتا تھا۔ ایسے افراد دیہاتی سماج میں کٹ کر تنہا رہ جاتے اور پھر ان کے کام میں بھی کوئی دوسرا فرد حصہ نہ لیتا تھا دیہات کی مشترکہ معاشرت میں مشترکہ کاموں سے مراد یہاتیوں کا باہمی تعاون، میل جول اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر روزمرہ یا اجتماعی کاموں کی انجام دہی ہے۔ گاؤں کی معاشرت میں لوگ کھیتی باڑی، فصل کی کٹائی یا بوائی، شادی بیاہ، خوشی غمی، گھروں کی تعمیر یا پھر نہری صفائی وغیرہ کے کام ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر سر انجام دیتے ہیں یہ اجتماعی تعاون بھائی چارہ، یکجہتی اور سماجی ہم آہنگی کو مضبوط بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ دوسرے پنجاب کی دیہی معاشرت کی طرح پوٹھواری خطے کی مشترکہ محنت، سانجھ اور ذمہ داریوں کو مندرجہ ذیل متن سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔

”فصلوں خاص کر گندم کی کٹائی اور گاہی کے دنوں میں وہ لوگ بھی جو شہر میں نوکری یا کاروبار کر رہے ہوتے۔ راتوں رات گاؤں آجاتے اور صبح سویرے درانتیاں اٹھائے لیتریوں میں شمولیت کے لیے نکل کھڑے ہوتے۔ سب مل جل کر ایک دوسرے کی فصلیں کاٹتے، انہیں ڈھو کر مکانوں کے صحنوں اور کھلیانوں میں جمع کرتے اور پھر بیلوں کی جوڑیوں کے پیچھے کاہو کی خشک پھنگیں باندھ کر اُسے گاہتے، مکئی کی کٹائی کے بعد گاؤں کی عورتیں مل کر اسے چھیلتیں اور پھر مرد راتوں کو بھاری سوٹے لے کر اُسے کوٹتے اور ان کے دانے علاحدہ کرتے، شاید یہی مجبوریاں تھیں جو لوگوں کو ایک دوسرے سے جڑے رہنے اور محبت کرنے پر اکساتیں تھیں۔“(5)

گاؤں میں جس فرد کی اپنی ذاتی زرعی اراضی نہ ہوتی یا پھر نہ ہونے کے برابر ہوتی وہ بھی اپنی تمام مصروفیات ترک کر کے لیتریوں اور دیگر مشترکہ کاموں میں لازمی حصہ لیتا۔ لوگ اپنے بچوں کو سکولوں سے چھٹیاں کروا کر انہیں بھی اپنے ساتھ کاموں میں مصروف کر لیا کرتے تھے۔ لیتریوں اور پہوچھی کے بغیر گاؤں کی زندگی کا تصور بھی نہ کیا جاتا تھا۔ یہاں فصلوں کی بوائی اور گاہی لیتریوں کی شکل میں سانجھ اور باہمی تعاون کے اصولوں پر ہوا کرتی تھی۔ فصلیں پک جاتیں تو گاؤں کے لوگ بغیر کسی فرق کے گاؤں کی ایک سمت سے دوسری سمت تک مخلصانہ طور پر ہفتہ حشرہ تک کٹائی کا عمل مکمل کرنے میں جُت جاتے۔ لیتریوں سے غیر حاضری بُرا اور غیر اخلاقی فعل تصور کیا جاتا تھا۔ اگر کوئی دیہاتی بغیر کسی سبب کے غیر حاضر رہتا تو اس کا بائیکاٹ کیا جاتا، وہ تنہا ہو کر رہ جاتا اور اس کی پکی پکائی فصلیں گلتی سڑتی رہتیں۔ دیہاتی بزرگ فصلوں کے سِٹوں کو مروڑ کر ان کا معائنہ کر کے بتا دیا کرتے کہ فصل کاٹنے کے قابل ہو چکی ہے یا نہیں۔ کٹائی کے آغاز کے وقت تمام کام متعلقہ افراد کو سونپ دیے جاتے اور وہ اپنی ڈیوٹی کو احسن انداز میں نبھایا کرتے۔ اس دوران مولوی صاحبان فصل اور اناج میں برکت کی دُعائیں کیا کرتے اور ڈھولچی گلے میں ڈھول لٹکا کر ڈھول پیٹنا شروع کر دیتے اس طرح یہ ایک جشن اور خوشی کا ساماں ہوتا۔

Robor Redfield دیہاتی یا لوک معاشرت کے بارے میں اپنی رائے کچھ یوں پیش کرتے ہیں۔

"Folk society is small, isolated.
Non-literate and homogeneous”.(6)

ان کے مطابق دیہاتی سماج چھوٹا، یکساں، روایت پسند اور باہمی تعلقات کی بنیادوں پر استوار ہوتا ہے۔

دیہاتی رہتل میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورت بھی شانہ بشانہ کام کرتے دکھائی وحی ہے۔ یہ دونوں مل کر مختلف سماجی اور معاشی سرگرمیوں کا حصہ بنتے ہیں۔ دیہاتی مرد عموماً کھیتی باڑی، آب پاشی مویشیوں کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ مختلف جسمانی مشقت والے کام سر انجام دیتے ہیں تاہم عورتیں بھی گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ فصلوں کی کٹائی، چارہ، کاٹنے اور دیگر زراعت سے متعلق سرگرمیوں کا بھرپور حصہ بنتی ہیں۔ یہ باہمی تعاون اور اشتراک عمل یہاں کی معاشی ضرورت ہی نہیں بلکہ ثقافتی روایت کی حیثیت کا بھی حامل ہے۔ غم ہو یا پھر خوشی، فصلوں کی بوائی ہو کہ کٹائی، گھر کی تعمیر ہو یا پھر دیگر اجتماعی کام پورا گاؤں اس میں شامل ہوتا اور ایک دوسرے کی مدد کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اس اجتماعی اور باہمی تعاون کی بدولت مشکل اور مشقت طلب کام نسبتاً کم وقت میں مکمل ہو جاتے ہیں۔ باہمی تعاون کی یہ فضا اور ماحول سماج میں محبت، بھائی چارہ، اتحاد اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیتی ہے۔ دیہی معاشرت میں مشترکہ محنت مضبوط سماجی رشتے اور اجتماعی رہتل کی علامت سمجھی جاتی ہے۔

”فصلوں کی کٹائی کے آغاز سے پہلے ہی گاؤں کی خواتین اپنے گھروں کے صحنوں یا کھلیانوں کی گارے سے لپائی شروع کر دیتیں تاکہ گاہ گاہنے کے لیے راہ ہموار کی جا سکے۔ جوں ہی کٹائی ختم ہوتی اور گندم کے گٹھڑے سوکھ کر گاہنے کے قابل ہوتے لوگ مختلف ٹولیوں میں بٹ جاتے اور بیلوں کو جوت کر ان کے پیچھے کاہو کی سوکھی پھنگیں باندھ کر اور ان کے اوپر بھاری پتھر رکھ کر گاہی شروع کر دیتے۔ بچے ان پتھروں کے اوپر بیٹھ کر سواری کا مزہ لیتے اور ہاتھوں میں کاہو کی پتلی سوٹیاں لیے بیلوں کو ہنکارتے جب گندم کے گھٹے بھوسے کی شکل اختیار کر چکتے اور دانے جھڑ چکتے تو مرد ترنگلیں لے کر ہوا کا رخ بھانپتے اور بھوسا اڑاتے جس سے دانے ایک طرف جبکہ دوسری طرف بھوسے کی ڈھیریاں بنی ہوتیں۔ باقی کا کام گھر کے افراد خود سنبھال لیتے۔ مرد بھوسے کو ٹھکانے لگانے کا کام شروع کر دیتے۔ جبکہ عورتیں چھاج لے کر دانوں کو مزید صاف کرنے کا کام شروع کر دیتیں۔ غلے کی مکمل صفائی کے بعد اسے تولا جاتا اور غریب غربا کے لیے عشر الگ کر کے ان کے گھروں میں پہنچا دیا جاتا“۔(7)

انسان سماجی حیوان ہے یہ اکیلا اور تن تنہا نہیں رہ سکتا۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ تعلق، محبت اور شرکت عمل کے جذبات ہماری زندگیوں کو آسان اور خوب صورت بناتے ہیں۔ باہمی تعاون اور اجتماعی خوشی سماج کی اصل طاقت ہیں۔ اس سب کے ساتھ فرد واحد کی خوشی پورے سماج کی خوشی بن جاتی ہے اور ایک فرد کا غم جب سماج میں بٹ جاتا ہے تو اس کی شدت اور تکلیف کم ہو کر رہ جاتی ہے۔ ان روایات میں انسانی رشتوں کا حسن پوشیدہ ہے۔ محمد وسیم اس حوالے سے لکھتے ہیں:

”””جندر ”مختلف ادوار کی کہانی ہے جب ”مردم مردم کا درمان تھا“ جب انسان انسان سے رابطہ رکھتا تھا۔ ان کے ساتھ دکھ درد، غمی خوشی، زندو مرگ میں شریک ہوتا جب نوروز، بسنت، بساکھی اور ہولی مل جل کر منائی جاتی جب کسی ایک کا دکھ سارے گاؤں کا دکھ اور ایک کی خوشی سارے گاؤں کی خوشی ہوتی۔“(8)

اس رہتل میں لوگ گھروں کی تعمیرات کا کام بھی مل جل کر مشترکہ اور رضاکارانہ طور پر کیا کرتے۔ کوئی فرد جب مکان کی تعمیر شروع کرتا تو گاؤں کے افراد بلا معاوضہ اس کام کی تکمیل کے لیے ساتھ جُت جاتے۔ کچھ افراد جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر ان کے بالے اور شہتیر تیار کرتے اور کچھ چھتوں پر مٹی ڈالنے کا کام سر انجام دیا کرتے۔ چھت پر مٹی ڈالنے کے عمل کو ”پہوچھی“ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ پہوچھی کے عمل میں گاؤں کے ہر گھر سے ایک فرد ضرور شامل ہوا کرتا۔ گاؤں کے بڑے اور

مشقت بھرے کام عوام کی مشترکہ شمولیت سے آسان ہو جایا کرتے اور ان کو بروقت نپٹا لیا جاتا تھا۔ "لیتری"، "پہوچھی" اور اس طرح کی دیگر رضاکارانہ اور مشترکہ تنظیموں اور روایات نے دیہاتیوں کو آپس میں باندھ رکھا تھا۔ لوگ نماز جنازہ تو اکثر اوقات فرض کفایہ سمجھ کر ترک کر سکتے مگر ان رضاکارانہ کاموں میں فرض عین کی طرح عمل کرتے تھے۔ اس سماج میں مشترکہ تعاون کی سرگرمیوں میں غیر حاضر فرد کو یوں دیکھا اور سمجھا جاتا جیسے وہ کافر و مرتد ہو چکا ہو۔ نئی نئی ایجادات اور ٹیکنالوجی نے انسانی زندگی کو کافی حد تک آسان اور پر آسائش تو بنا دیا ہے مگر اس کے بعض منفی اثرات بھی سامنے آئے ہیں۔ ڈیجیٹل مصروفیات نے انسان کو حقیقی سماجی تعلقات سے کافی حد تک دور کر ڈالا ہے۔ آج کے زمانے میں لوگ آمنے سامنے تعلقات کے بجائے ورچوئل اور آنلائن رابطوں کو ترجیح دینے لگے ہیں۔ اس کے سبب جذباتی وابستگی اور تعلقات کمزور پڑنا شروع ہو گئے ہیں۔ مسلسل انفرادی اور مشینی زندگی نے ذہنی دباؤ، تنہائی اور بیگانگی کے احساسات کو پروان چڑھا دیا ہے۔ تمام تر جدید سہولیات اور آسائش کے باوجود انسان داخلی سکون اور اجتماعی تعلقات سے محرومی محسوس کرنے لگا ہے کیونکہ جدید ٹیکنالوجی باہمی میل جول، تعاون، رابطوں اور خاندانی قربتوں کو محدود کر کے رکھ دیا ہے۔

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساس مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

(9)

تھریشر، ٹریکٹر اور آٹا پیسنے والی جدید چکیاں ایجاد ہوئیں تو انسان خوش ہوا کہ اب وہ آسانی، سہولت اور بغیر مشقت کے اپنے کام نپٹا سکے گا۔ اس سب کے ساتھ بیلوں کی دیکھ بھال اور ان کو جوت کر ہل چلانے سے لے کر بوائی اور کٹائی کے مشکل مراحل سے جان تو چھوٹ رہی تھی۔ ہفتہ عشرہ میں تکمیل کو پہنچے والے کام اب جلد ہی مکمل ہونے لگے تھے۔ یہ ہزاروں سالوں کی تہذیب کا پانسہ پلٹنے کے سفر کی ابتداء تھی۔ اسی صورت حال کو واضح کرنے کے لیے سلیمی ناول میں لکھتے ہیں:

"ٹریکٹر اور اس سے وابستہ مشینوں نے آدمی کو پہلے زمین کی اور بالآخر آپس کی جڑت سے آزاد کر دیا۔ اب ہر آدمی آزاد اور خود مختار تھا وہ جب چاہتا ٹریکٹر والے کو بلوا کر زمین بیج ڈالتا اور جب چاہتا تھریشر کے ذریعے دانے اور بھُوسا الگ کروا لیتا۔ یہ خود مختاری غیر محسوس طریقے سے لوگوں کی رگوں میں دوڑنے لگی اور لوگ ایک دوسرے سے کٹتے چلے گئے۔ اگلے چند ہی سالوں میں شادی بیاہ اور ماتم وغیرہ کے لیے برتن بھی جو پہلے تمام گاؤں والوں کے گھروں سے اکٹھے کیے جاتے تھے۔ ٹینٹ سروس کی دکانوں سے آنے لگے اور قبریں مزدوری پر کھودی جانے لگیں۔" (10)

ناول نگار نے جان دار طریقے سے مٹتی ہوئی ثقافت کا نوحہ تو کہا ہے لیکن بعض اوقات روایات اور قدیم طرز معاشرت سے جڑے رہنا جدت، ترقی اور انسانی کامیابی کی راہوں میں رکاوٹ بھی بن سکتا ہے۔ روایات سے جُڑے ہوئے افراد کا کہنا ہے کہ آج کل کی زندگی میں مزا نہیں، دراصل وہ اپنے دور کے مطابق اپنے مخصوص ماحول اور معمول کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں۔ انہیں اپنے دور کی چیزوں سے اُنسیت اور خاص لگاؤ ہو چکا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ بدلتی ہوئی چیزوں کو قبول نہیں کر پاتے۔ مٹتی ہوئی تہذیب و ثقافت پر نوحہ کناں ہونا، روایات، طرز معاشرت اور رسوم و رواج کے بدلنے کا دُکھ اپنی جگہ لیکن انسان کو بدلتے زمانوں کی رفتار کے ساتھ ساتھ چلنا ہوتا ہے۔ ہم کبھی بھی دیے جلانے اور پیدل مسافت کے دور میں پلٹنے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ زندگی کا پہیہ آگے بڑھنا ہوتا ہے اسے آگے بڑھنے دینا چاہیے۔ نئے زمانوں کی نئی ایجادات کو قبول کرنا اور اپنانا دانش مندی اور روشن خیالی ہے جبکہ اس قصے میں جندروئی سمجھتا ہے کہ "جندر" ختم ہو رہا ہے تو اسے بھی جندر کے ساتھ ہی ختم ہو جانا چاہیے۔

حوالہ جات

1۔ Aristotle, Politics, Translated by Benjmin Jowett. Oxford Clarendon press
2۔ tonnies, Ferdinand, Community and Society, Michigan State University Press, 1957.
3۔ جالبی پاکستانی ثقافت نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، 1991ء، ص:18
4۔ قمر رئیس، پروفیسر، اُردو میں بیسویں صدی کا انسانوں ادب، کتابی دنیا، دہلی، 2004ء، ص:235
5۔ سلیمی، اختر رضا، جندر، رومیل ہاؤس آف پبلکیشنز، راولپنڈی، 2017ء، ص:27
6۔ The Little community and peasant, Rober Redfield, 1956, P:4
7۔ سلیمی، اختر رضا، جندر، رومیل ہاؤس آف پبلکیشنز، راولپنڈی، 2017ء، ص:99

8۔ ہم سب، مدیر، وجاہت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ محمد وسیم شاہد، 25-08-2020، نشریہ
9۔ اقبال، محمد، بال جبریل، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 1954ء، صفحہ، 129
10۔ سلیمی، اختر رضا، جندر، رومیل ہاؤس آف پبلکیشنز، راولپنڈی، 2017ء، ص:103-102

HAWALA JAAT

1. Aristotle. *Politics*. Translated by Benjamin Jowett. Oxford: Clarendon Press.
2. Tönnies, Ferdinand. *Community and Society*. Michigan State University Press, 1957.
3. Jalibi, Jamil. *Pakistani Culture*. Islamabad: National Book Foundation, 1991, p. 18.
4. Rais, Qamar. *Twentieth-Century Human Literature in Urdu*. Delhi: Kitabi Duniya, 2004, p. 235.
5. Saleemi, Akhtar Raza. *Gender*. Rawalpindi: Romail House of Publications, 2017, p. 27.
6. Redfield, Robert. *The Little Community and Peasant Society*. 1956, p. 4.
7. Saleemi, Akhtar Raza. *Gender*. Rawalpindi: Romail House of Publications, 2017, p. 99.
8. Shahid, Muhammad Waseem. “Hum Sab.” Edited by Wajahat. Published on August 25, 2020.
9. Iqbal, Muhammad. *Bal-e-Jibril*. Lahore: Sheikh Ghulam Ali & Sons, 1954, p. 129.
10. Saleemi, Akhtar Raza. *Gender*. Rawalpindi: Romail House of Publications, 2017, pp. 102–103.